بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

از: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

دیوبند اور دیوبندیت کیا تھی؟
اور اب ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اکابر کے کردار واہداف کی روشنی میں دیوبندیت کے نام لیوا اپنا جائزہ لیں

''الحق'' کے بانی اور مدیر اعلیٰ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اکابر دیوبند اور دیوبندیت کی تاریخ عظیم اہداف اور اسلاف کے کردار' کرنے کے کام اور منصوبوں پر ایک بڑی موثر جامع تحریر لکھی تھی جو کچھ عرصہ گذرنے کے باوجود قارئین کو بالکل تازہ اور نئی محسوس ہوگی' یہ اکابر کے اختیار کردہ دیوبندی تشخص اور حالات کو سمجھنے میں ان دنوں بہت معاون ہے۔ اسلئے اسے نقش آغاز میں شامل کیا جارہا ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ دیوبندیت کے نام لیواؤں کو اصل دیوبندی تشخص کو بحال کرنا اور اپنے علمی' دینی' سیاسی اور دعوتی کاموں میں دیوبندیت اولیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ اعیدوا الناس الی سیرتھم الاولی کی روشنی میں ہمیں شاہ ولی اللہؒ شاہ عبدالعزیزؒ سید احمد شہیدؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ و دیگر اساطین دیوبند کے متعین کردہ راہ ورسم کو روشن کرنا اور اس پر چلنا ہی ہمیں اور ملک وملت کو درپیش بحرانوں سے نکال سکتی ہے۔ دیوبندیت کے بنیادی عناصر' توحید باری تعالیٰ' اتباع سنت' مجاہرت بالحق' جابر سلاطین اور جائر حکمرانوں اور لادینی حکمرانوں کے سامنے سینہ سپر ہونا' تصوف وسلوک' تزکیہ نفس اور موعظت وحکمت سے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کی دعوت اپنے رسولؐ کے اسوۂ کو اپناتے ہوئے عفو ودرگزر مگر اذا تعدی الحق لم یقم لغضبہ شیء ہیں۔ مگر فی زمانہ علماء دیوبند اور اس سے وابستہ جماعتوں کا نظریاتی تشخص دھندلا چکا ہے اور مفاداتی تشخص کے دبیز پردوں میں چھپ گیا ہے یا گروہی وابستگیوں اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں اور انفرادی وجود کی خودنمائی میں گم ہوگیا ہے۔ صاحب مضمون حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے فکر ونظر اور جہد وعمل کی اولین ترجیح اس وقت دیوبندیت کی اصل تشخص کی بحالی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ہر نجی واجتماعی محفل ومجلس میں اسی طرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ جمعیۃ کے تازہ پروگرام میں اسے شامل کرا کر ملک کے کے نظریاتی تشخص کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیوبندی تشخص کی بحالی کی دعوت بھی دے رہے ہیں............(راشد الحق سمیع مدیر ''الحق'')

برصغیر کے علمی ودینی اور سیاسی وملی محسنین جن کے وجود باجود سے برصغیر میں اسلام کی رونق قائم دائم رہی اور جن کی بے مثال اور خیر القرون کی مانند قربانی اور پیہم جہاد سے برصغیر اور بالآخر پوری دنیا میں یورپی سامراج کا جنازہ اٹھا۔ ہمارے ہاں چند مخصوص گروہوں نے موقع بہ موقع ایسے محسن ملک وملت حضرات کے

خلاف کردارکشی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ الحق میں اس پر مختصراً اظہار افسوس بھی کیا گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کسی کی شکوہ و شکایت اور نالہ و شیون کی بنا پر اپنے عزائم مشؤمہ سے کب دست بردار ہو سکتے ہیں؟ ہمیں ٹھوس اور مثبت انداز میں بھی اس معاملہ پر سوچنا چاہیے اور امتداد زمانہ اور خاص ظروف و حالات کی وجہ سے اسلامیان برصغیر کی اپنے محسن اسلاف کے احوال و سوانح اور ان کی عملی، سیاسی و ملی کارناموں سے جو غفلت اور بے خبری بڑھتی جارہی ہے، اس کا بھی علاج سوچنا چاہیے، جب خود ہمارے مدارس اور تعلیمی حلقے اپنے قابل فخر اسلاف و اکابر کے حالات کارناموں علمی مقام مجاہدانہ کردار اور ان کے افکار و نظریات سے کماحقہٗ باخبر نہ ہوں تو اوروں سے کیا گلہ کیا جائے۔

حسن اتفاق کہ سال رواں میں برصغیر کی اسلامی اور علمی عظمتوں کا امین تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند اپنے صد سالہ دور مکمل ہو جانے پر تعلیمی جشن منانا چاہتا ہے، اس مناسبت سے دیوبندی مسلک و مشرب سے وابستہ تمام حلقوں کا فریضہ ہے۔ کہ موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں سے مسلمانوں کو متعارف کرانے کا بھرپور پروگرام مرتب کرے اور نہ صرف اپنے مدارس، خانقاہوں اور مساجد کی حد تک بلکہ جدید نسل اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقوں تک تعارف کا یہ سلسلہ دراز ہو جب ہم دارالعلوم دیوبند کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد دیوبند کے ایک قصبہ میں واقع ایک جامعہ اور دارالعلوم نہیں بلکہ وہ عظیم الشان مکتب فکر اور بے مثال تحریک ہے جس کا آغاز حضرت حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہاتھوں اٹھارویں صدی کے اوائل میں ہوا یہ وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آخری دور تھا، ایک طرف برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف انگریزوں کی صبح کاذب نمودار ہونے لگی۔ ایسے حالات میں اس مکتب فکر کے بانی (امام شاہ ولی اللہ دہلوی) نے جس ہمہ گیر انقلابی پروگرام کا خاکہ بنایا اس کا عنوان تھا۔ **فک کل نظام** یعنی" جاہلیت پر مبنی ہر فکری، علمی، اقتصادی، معاشی، سیاسی نظام کو تہس نہس کر دو"۔ تحریک دیوبند کا یہی ماٹو بنا اور کفر و استبداد اور جاہلیت و ظلم کی ہر نشانی سے جنگ اس کا منشور ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کی اگر دوسرے لفظوں میں تعبیر کی جائے تو وہ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہی الہامی اعلان ہی ہو سکتا ہے کہ **فک کل نظام**۔ تعلیم و معاش اخلاق و سماج کے ہر ہر شعبہ میں ہمہ گیر انقلاب، حضرت شاہ ولی اللہ نے اولاً تعلیم ہی کے ذریعہ اس انقلاب کو منتقل کیا، پھر ان کے فرزند اور جانشین نے پچاس سال تک انقلاب کے اس پودے کی آبیاری کی اور امیر المومنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی شکل میں یہ پودا تناور درخت بن گیا، اور اسکے ثمرات سے برصغیر کا مشرق و مغرب مالا مال ہونے لگ گیا۔ **اصلها ثابت وفرعها في السماء** ۔ گویا سید

شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اس انقلابی خاکہ میں عملی رنگ بھر دیا اور بالآخر انقلاب کا یہ سارا پروگرام تعلیمی، عملی، سماجی، سیاسی، تجربہ گاہوں سے گذرتے ہوئے اور جہاد وجہد کی بھٹیوں میں کندن بنتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی شکل اختیار کر گیا۔ دیوبند کے مقدس بانیوںؒ نے اپنے ان انقلابی اساتذہ سے وہ سب کچھ اپنے وجود میں جذب کر لیا تھا، جو امام انقلاب دہلویؒ سے لیکر سید احمد شہیدؒ تک چاہتے تھے۔

شاہ ولی اللہ کا تفکر وتدبر شاہ عبدالعزیزؒ کا سوز دروں وعظ وتدریس اور تعلیم کے ذریعہ مقصد کی طرف پیش قدمی، انتھک اور مسلسل جدوجہد، سید احمد شہیدؒ کی جہاد وعزیمت، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی حمیت وصلابت، مجاہدین ستھانہ ویاغستان کی سرمستی وجان سپاری، علماء صادق پور کی سرفروشی، حاجی امداداللہ کی زہد وروحانیت رشید احمد گنگوہیؒ کی تبحر وفقاہت اور محمد قاسم نانوتویؒ کی نبوغ وعبقریت، ان تمام خصائص اور امتیازات نے مل کر جو مجموعی پیکر اختیار کیا اسکی تعبیر دارالعلوم دیوبند کے نام سے کی جانے لگی۔ دعوت وعزیمت کے یہ اساطین آسمان رشد وہدایت اور دائرۂ تجدید دین کے آفتاب وماہتاب تھے اور اب ان ائمہ تجدید کی صلاحیتوں اور کاوشوں کا اجتماعی ظہور دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ہو کر اسے جامع المجددین کا مقام فاخرہ دے گیا۔

اس مقام دعوت وتجدید کی ذمہ داری صرف یہ نہ تھی کہ ملک اس اجنبی کافر طاقت کے پنجۂ استبداد سے نجات پالے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں انسانیت کی اعلیٰ وارفع قدروں کا دشمن بن کر طوفان کی طرح چھا گیا تھا۔ بلکہ یورپ کے اس منحوس سامراج کے اقتدار وتغلب کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کو اس کے ملعون ومغضوب تہذیب وتمدن، خدا بیزار مغربیت سے بھی محفوظ رکھنا تھا، اور اس کے ساتھ تعلیمی، معاشی اور اخلاقی ہمہ گیر انقلاب سے عالم انسانیت کو سرخرو کرنا بھی، یہ کتنا ہمہ گیر آفاقی اور کٹھن پروگرام تھا؟ محدود ومادی اغراض کے انقلابی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ پروگرام کی ایک کڑی تو مکمل ہوگئی، انگریز کو خائب وخاسر ہو کر نکلنا پڑا اور برصغیر کی آزادی کے نتیجہ میں جیسا کہ ہمارے انقلابی اکابرؒ کا اندازہ تھا سارے ایشیا میں برٹش سامراج کا جنازہ اٹھنے لگ گیا، مگر یہ تو حصول مقصد کا ایک ذریعہ تھا ہمہ گیر انقلاب کیلئے پہلے دشمن کو نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر مقاصد کیطرف پیش رفت ہوتی ہے۔ انگریز تو نکل گیا، مگر بدقسمتی سے مغرب کی جگہ مغربیت نے لے لی اور اب مغربیت کا عفریت مسلمانوں کی تہذیبی، معاشرتی، تمدنی، ثقافتی قدروں کو بری طرح روندنے لگا۔

مفکر اسلام شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہمہ گیر انقلابی پروگرام اور سید احمد شہیدؒ کے متاع بے بہا کو لیکر علماء دیوبند کا قافلہ ایک صدی سے زائد مدت کی مسافت طے کر چکا ہے۔ اس رواں دواں قافلے کا مقصود ومطلوب خدا کے آخری نظام حیات کو رائج کرنے کے علاوہ ہر باطل انقلاب سے برسرپیکار ہو کر اسلام کی ابدی صداقتوں

کو ہر شعبۂ حیات میں دائم وقائم رکھنا بھی ہے۔ برصغیر سے ایک اجنبی کافر طاقت کا اخراج مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ایک ذریعہ تھا۔ جہاد آزادی وحریت کے ساتھ ساتھ ان کی خدمات اور اھداف ومقاصد کا سلسلہ اتنا وسیع اور دراز ہے کہ جس کا استقصاء نہیں کیا جاسکتا۔ جہاد وسیاست کے میدان میں یہ سرخیل رہے۔ اسلامی معاشرت وتمدن کی نشو ونما اور حفظ وبقاء کے کام میں ایک ایک سنت کیلئے کبھی کبھار پوری زندگی قربان کردی گئی، اعداء اسلام اور فرق باطلہ کے استیصال اور تعاقب میں یہ لوگ آخری سرحدوں سے دشمن کو نکال کر دم لیتے تھے۔ برصغیر میں عیسائیت کی اولین یلغار کے سامنے فولادی دیوار بن گئے۔ تجدد، ماڈرن ازم اور نیچریت کا فتنہ اٹھا تو یہی لوگ تھے جو میدان میں آئے، تو اس کے خلاف ملائیت اور دقیانوسیت کی طنز وتشنیع اور ہر طرح کے مذاق کو سہتے ہوئے یہی جماعت تھی جو پوری جرأت سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سینہ سپر ہوگئی۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کو ''کالا انگریز'' بن جانے سے روک دیا ورنہ ''مصلحین'' کی صلح جوئیوں کے نتیجہ میں آج لارڈ میکالے کی حسرت پوری ہوچکی ہوتی اور برصغیر کا ہر باسی دل ودماغ سے انگریز اور عیسائی ہوتا۔ صرف شکل وشباہت ہندوستانی رہ گئی ہوتی۔ آریہ سماج اور ہندویت کا بت توڑنے کیلئے یہی لوگ قریہ قریہ، بستی بستی مناظروں اور مباحثوں کی شکل میں پھیل گئے۔ جعلی استعماری نبوت ''قادیانیت'' کی متعفن لاش کو ٹھکانے لگانے میں اس طبقہ کا تقریباً صدی بھر جہد مسلسل شامل ہے۔ مذہب بیزار اور خدا بیزار مادی تعلیم کا طوفان اٹھا تو اس جماعت نے بے سروسامانی اور بے کسی کے باوجود اسلامی علوم وفنون اور دینی تعلیم کیلئے ایک پورا متوازی نظام قائم کردیا اور نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی قرآن وسنت کی نشرگاہیں اور انسانیت کی تربیت گاہیں قائم کیں، اسلام کی تشریح وترجمانی اور علوم اسلامیہ کی ترویج وفروغ میں قرطاس وقلم کے ذریعہ جو عظیم سرمایہ فراہم کیا گیا اسکی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ مرتب ومدون نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کو نہ ہوسکا، ورنہ اگر علماء دیوبند کی تصانیف اور کتابوں کا کیٹلاگ مرتب ہوجائے تو بلا مبالغہ اور محتاط جائزے کی بناء پر تصانیف علماء دیوبند کی فہرست اور اجمالی تعارف سے بھی کشف الظنون للچلپی اور ابن ندیم کی الفہرست سے بڑھ کر ایک ضخیم کتاب مرتب ہوجائے، افسوس کہ اس کام کیطرف بہت پہلے توجہ دی جانی چاہئے تھی مگر ایسا نہ ہوسکا۔ فضلاء وعلماء دیوبند اور دیوبند کے بالواسطہ یا بلاواسطہ علماء کی چھوٹی بڑی تصانیف اور مولفات شروح وتراجم (جن کا سلسلہ پاک وہند وبنگلہ دیش کے علاوہ افغانستان، مشرق بعید، مشرق وسطی تک دراز ہے) کی ایک مکمل اور مفصل فہرست ضروری کوائف (مصنف، کتاب، موضوع، زبان، صفحات، سائز اور ناشر وغیرہ) کے ساتھ مدون کرانا وقت کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے نہ صرف اپنوں بلکہ یورپ کے مستشرقین کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی کہ اس جماعت نے بے

سروسامانی اور تنظیم کے بغیر علمی اور اسلامی لٹریچر میں کتنا عظیم اضافہ کیا۔ ناچیز کا ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ اس صدی سوا صدی میں دنیا بھر میں علماء دیوبند کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جائے گی، اس عظیم کام کی تدوین وترتیب اور احاطہ واستقصاء کیلئے بہت بڑے وسائل، رجال کار اور ایک عظیم اکیڈمی کی ضرورت ہے اور معلومات کی فراہمی میں پورے دیوبندی مکتب فکر بلکہ علمی ذوق رکھنے والے ہر علم دوست انسان کے تعاون کی بھی کہ وہ اپنی حد تک چھوٹی بڑی ایسی تمام کتابوں کا سروے کر کے اس ادارہ کو صحیح معلومات فراہم کریں، ایسے دائرۃ المعارف اور دیوبندی کتب کے انسائیکلو پیڈیا کے سامنے آجانے سے دیوبندی مکتب فکر کے طلباء اور اہل علم کو اپنے عظیم اسلاف کے علمی وفکری کام سے تعارف بھی ہو جائے گا اور احساس کمتری کے تمام پردے بھی ہٹ جائیں گے۔ کاش! ایک پورا ادارہ اس کام میں لگ جاتا لیکن ادارہ نہ ہو تو کیا افراد کی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں ہماری تاریخ ایسے افراد سے بھی تو بھری ہوئی ہے۔ جنہوں نے ایک ذات سے پوری اکیڈمیوں کا کام کیا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اور طلب وجستجوئے صادق اور جوش عمل کا سرمایہ بھی ساتھ ہو۔ گو احقر ان تمام معنوی وظاہری وسائل سے یکسر عاری ہے اور بے مائیگی علم وعمل کے ساتھ نہایت کثیر الاشغال بھی مگر توکلا علی اللہ تصانیف علماء دیوبند کی ایک جامع فہرست کی جمع وتدوین کا کام ابتدائی طور پر شروع کرادیا گیا ہے۔ اس پہلے مرحلہ میں پورے طبقہ اور جماعت کا فریضہ اپنے طور پر معلومات کی فراہمی کا ہے۔ بالخصوص بھارت بنگلہ دیش افغانستان عالم عرب، افریقہ اور مشرق بعید میں پھیلے ہوئے علماء وفضلاء دیوبند اور ان کے گوناگوں قومی وعلاقائی زبانوں میں تصانیف کے بارہ میں معلومات کو سمیٹنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں اور بھرپور تعاون کا محتاج ہے۔ ___ بہر حال یہ تو ویسے ایک ضمنی بات تھی جو برسبیل تذکرہ آگئی، یہی حال علماء دیوبند کی نگرانی ادارت اور سرپرستی یا اُن کے قلم سے جاری ہونے والے ماہنامہ سہ ماہی، پندرہ روزہ ہفت روزہ، روزنامہ اخبارات وجرائد اور مجلّات کا ہے۔ جو لوگ علماء دیوبند کو تحریر وصحافت کے نام سے ناآشنا قرار دیتے ہیں، اگر اس صدی میں علماء دیوبند کی صحافتی خدمات کی تاریخ اور دیوبندی علماء واہل قلم کے مجلّات ورسائل کا ایک جائزہ مرتب کیا جائے تو یہ بات بہت لوگوں کیلئے موجب حیرت ہوگی کہ یہ فہرست پانچ چھ سو سے کم نہ ہو گی۔ یہ تو کام کے کچھ رُخ تھے، رہ گئے رجال کار اور شخصیات تو ان میں سے کتنے ہیں جن کی زندگی، خدمات اور آثار کیلئے کئی کئی اکیڈمیاں ناکافی ہیں، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہندؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، اور بے شمار اعیان واساطین ہیں جن کے علوم ومعارف اور خدمات سے موجودہ دور کی نئی نسل کو فکری وعملی میدانوں میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ بانی دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے

علوم ومعارف اور اسلام کی ترجمانی اور دفاع کے لحاظ سے ایک نئے علم کلام کے بانی سمجھے جاتے ہیں، ایک عظیم عالم کی زبان میں انہوں نے آنے والے کئی سو سال تک اسلام کو دشمنانِ اسلام کے علمی وفکری حملوں سے محفوظ کر دیا، جہاد کے میدان میں کمانڈر انچیف کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں احیاء سنت کے لئے وہ عہد صحابہؓ جیسی مثالیں پیش کرتے ہیں، سادگی فنائیت عظمت اخلاق میں وہ خیر القرون جیسی معیاری زندگی رکھتے ہیں مگر ہمارے مدارس عربیہ میں کتنے علماء اساتذہ اور طلبہ ہیں؟ جنہیں اپنے اس حجۃ الاسلامؒ کے علوم واحوال کا علم ہے، کتنے طلبہ ہیں جنہیں ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف حکیم الامۃ کی دو ایک کتابوں کے مطالعہ کا بھی اتفاق نہیں ہوا کتنے اخلاص وحمیت سے سرشار فعال اور پُر جوش کارکن ہیں جنہیں شیخ الہندؒ کی ہمہ گیر بین الاقوامی تحریک کا کوئی ایک گوشہ بھی معلوم نہیں۔

اسوقت حقیقی کام یہی ہے کہ دیوبند کے کام اور مقاصد سے اپنوں اور پرایوں کو آگاہ کیا جائے، بھارت غیروں کا ملک ہے وہاں مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر سیمینار ہورہے ہیں۔ وہاں کے ریڈیو اور ذرائع ابلاغ سے مستقل پروگرام اور فیچر نشر ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں اس محاذ پر جمود اور سکوت مرگ ہے۔ اس جرم کے شکوے کی سزا بھی مرگ مفاجات سے کم نہیں، مگر کیا اپنے طور پر ہم کچھ نہیں کرسکتے؟ مدارس کے طلباء کیلئے اس موضوع پر ایک اضافی پرچہ شامل کرانا چاہئے اپنے اکابرؒ کے علوم پر مقالات مرتب کروا سکتے ہیں۔ توسیعی لیکچر روئے جاسکتے ہیں، مدارس اور کالجوں میں ہمارے طلبہ کی تنظیمیں معلوماتی تقریبات منعقد کرسکتی ہیں۔ اپنے وسائل اور رسوخ کے دائرہ میں اخبارات وجرائد میں مضامین لکھ سکتے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ افراد تنظیمیں اور جماعتیں ملک بھر میں تعارفی سیمینار منعقد کراسکتے ہیں، اسی طرح عالم عرب کو اکابر علماء دیوبند کے علوم ومعارف سے روشناس کرانے کیلئے بڑی سطح پر کام کی ضرورت ہے یہ کام عربی رسائل اور مجلات کے ذریعہ بھی ہوسکتا تھا، مگر بدقسمتی سے پورے پاکستان سے ایک بھی عربی پرچہ نہیں نکل رہا جو ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اب ایک طویل غفلت کے بعد مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے الداعی کے نام سے ایک پندرہ روزہ جریدہ شائع ہونے لگ گیا ہے جو بسا غنیمت ہے۔ بہرحال یہ اور اس طرح کے بیشمار کاموں کے شعبے اور زاویے ہیں جن پر فکر وعمل کی صلاحیتیں مرکوز کرنی چاہئیں۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ سمیع الحق